ڈاکٹر محمد نعیم گھمن
اسسٹنٹ پروفیسر اردو، گورنمنٹ شالامار پوسٹ گریجوایٹ کالج لاہور۔
ڈاکٹر بابر نسیم آسی
صدر شعبہ فارسی، جی سی یونیورسٹی لاہور

ساجد چشتی: ایک صوفی شاعر کے نعتیہ سرمایے کا تحقیقی جائزہ

Dr. Muhammad Naeem Ghuman
Assistant Professor, Department of Urdu, Govt Shalamar Post Graduadte College, Lahore.
Dr. Babar Naseem Aasi
Head Department of Persian, G C University, Lahore.

Sajid Chishti: An analysis of a Sufi Poet's Na'atiya Legacy

Sajid Chishti stands out as a distinguished and unique voice in Urdu Na'atiya (Prophetic praise) poetry, whose poetic compositions are a beautiful and profound expression of love for the Prophet Muhammad (peace be upon him). His Na'at collection titled "Bahār-e-Sukhan" (The Spring of Speech) was published twenty-three years after his demise, thanks to the dedicated efforts of Syed Irfan Nayyar. The title was chosen by Sajid Chishti himself, and it aptly encapsulates the thematic richness and spiritual fragrance embedded in the work. Bahār-e-Sukhan is more than a mere title—it signifies a blossoming garden of devotion and aesthetic creativity rooted in the love of the Prophet (PBUH). Chishti's other collections—"Naghma-e-Rāz" (mystical praise poetry) and "Gulzār-e-Sukhan" (ghazals)—are currently in preparation for publication, indicating his sustained poetic output and creative diversity. Sajid Chishti was among the few Sufi poets of his era whose poetry gained widespread popularity among qawwals (devotional singers) across Pakistan.

Key Words: *Naat, Ishq-e-Rasool (PBUH), Qawwali, Mysticism, Chishtia Order.*

محمد شبیر خان ہری پور کے قصبہ مانک رائے میں ۳ شعبان المعظم ۱۳۶۱ھ بمطابق ۱۶ اگست ۱۹۴۲ مانک

رائے کے سردار راجہ محمد سرور خان کے ہاں پیدا ہوئے۔ ساجد چشتی پیر غلام محی الدین گیلانی المعروف بابو جی گولڑہ شریف کے دامن کرم سے وابستہ ہو گئے۔ چشتی نسبت کا طوق گلے میں ڈالا اور بابا فرید کی بارگاہ میں جا پہنچے۔ ان کو صوفیا چشت کے سوز و ساز کا وافر حصہ عطا ہوا۔

تحصیل علم کے بعد انہوں نے کچھ سال تدریس کی۔ پھر ایک بینک میں مقید ہوئے مگر طبعیت ان کاموں کے لیے موزوں نہ تھی۔ ان کا باطنی کرب مجبور کر رہا تھا کہ جوگی بن کر چشتی درویشوں کا باج گزار بنا جائے۔ انہوں نے ڈیرہ غازی خاں میں ملک محمد اختر خاں سیل کے مکان کو اپنا آشیانہ بنایا۔ ساجد چشتی نے مجرد زندگی گزاری اور اختر سیل کو اپنا منہ بولا بیٹا بنایا۔ ساری زندگی اختر سیل نے ساجد چشتی کی والد کی طرح خدمت کی۔ ۱۹۷۴ سے لیکر دنیا سے رخصت ہونے تک ساجد چشتی اختر سیل کے ہاں ہی مقیم رہے۔ دوسرا گھرانہ جو ان کے لیے اپنے گھر میں ہمیشہ اک کمرہ مختص رکھتا تھا، وہ خانقاہ سادات کپور تھلہ کے مشائخ تھے۔ سادات کپور تھلہ نے تقسیم کے بعد چک ستر گ۔ب (رتی شریف) کو مسکن بنایا تھا۔ ساجد چشتی کی سید محمد افضل صابری سے الفت و محبت تھی۔ انہوں نے ساری زندگی ساجد چشتی کے ساتھ عجب انس رکھا۔ ان کے بیٹے سید عرفان نئیر کو بھی ساجد چشتی کے ساتھ عقیدت تھی۔ انہوں نے ان کے ساتھ کئی یادگار سفر بھی کیے۔ ساجد چشتی کا مجموعہ حمد و نعت "بہار سخن" کے نام سے ان کی وفات کے تئیس سال بعد سید عرفان مخدوم نئیر کی خصوصی توجہ کے سبب شائع ہوا ہے۔ اس کا نام ساجد چشتی نے رکھا تھا۔ ان کا مجموعہ مناقب "نغمہ راز" اور غزلیات کا مجموعہ "گلزار سخن" کے نام سے زیر طبع ہے۔ ساجد چشتی اپنے عہد کے معروف صوفی شاعر تھے۔ ان کی شاعری صوفیہ کی خانقاہوں میں قوال اکثر گاتے ہیں۔ ان کی شاعری میں چشتی رنگ پورے جوبن پر نظر آتا ہے۔ ساجد چشتی کی شاعری کو ملک پاکستان کے معروف قوالوں نے گایا۔ ان کی قوالی سن کر حاضرین کیف و سرور کی اس وادی میں گم ہو جاتے ہیں جو خواجہ نظام الدین اولیا کی محافل سماع کا خاصہ تھا۔ ان کے کلام کو گا کر کئی قوالوں نے بین الاقوامی شہرت حاصل کی۔ اس بابت ڈاکٹر اقبال فریدی لکھتے ہیں۔

> "قبلہ ساجد صاحب دور حاضر کے عظیم نعت گو شاعر تھے۔ ان کے کلام سے مشرب وحدت الوجود اور محبت رسول ﷺ کا نمایاں اظہار ہوتا ہے۔ آپ ایک جلیل القدر صوفی شاعر تھے۔ پاکستان کے نامور قوال حضرات شہنشاہ سوز و گداز بخشی سلامت، مبارک خان قوال، نصرت فتح علی خان قوال، ارشاد خان صابری، متے خاں قوال، شیر

علی مہر علی خان قوال اور دیگر درباری قوالوں نے کلام ساجد سے استفادہ کیا اور محافل میں رنگ باندھے ہیں۔"(۱)

ساجد چشتی نے ساری زندگی صوفیا کے عرائس میں اہتمام کے ساتھ شرکت کی۔ وہ اپنا کلام لکھتے اور اس کا راگ بھی قوال کو بتاتے۔ ان کو فن موسیقی پر بھی ملکہ حاصل تھا۔ ان کی روحانی نسبت گولڑہ شریف سے تھی مگر شعری نسبت حضرت داغ دہلوی کے دبستان سے تھی۔ یہ وہی شعری مشرب ہے جس پہ علامہ اقبال بھی نازاں رہتے تھے۔ ساجد چشتی ایک واسطے سے داغ دہلوی کے شاگرد تھے۔ مشائخ گولڑہ بھی داغ دہلوی کے شعری دبستان سے تعلق رکھتے تھے۔ ساجد چشتی کو بالواسطہ دہلوی شعر و سخن کا دردو سوز عطا ہوا تھا۔ ان کی شاعری میں خانقاہی رچاو اور دہلویت کا مخصوص رنگ نظر آتا ہے۔

ڈاکٹر منظر پھلواری ان کی داغ دہلوی سے نسبت کا یوں ذکر کرتے ہیں:

"ساجد مہروی کے استاد گرامی نواب واجد علی اشک رام پوری بذات خود ایک کہنہ مشق شاعر تھے اور ان کے استاد گرامی مرزا داغ دہلوی جن کو جگت استاد کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جو بذات خود اردو ادب کا ایک قیمتی اثاثہ ہیں۔ ساجد صاحب نے احساسات کو شاعری میں ڈالا ہے۔ شعر میں اپنے وجدان کو پھول کی صورت لائے ہیں ان پھولوں میں محبت، عقیدت اور مودت کی نہ ختم ہونے والی خوشبو ہے۔"(۲)

ساجد چشتی نے اپنی ساری زندگی حضور ﷺ کی تعریف و توصیف میں بسر کی۔ ان کو شیخ محی الدین عربی سے خاص انس تھا۔ وہ وحدت الوجود کو سمجھنے والے چنیدہ اشخاص میں شامل تھے۔ ان کو وجودی فکر کا عکس کہنا بے جا نہ ہو گا۔ وہ اکثر فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ کا درس بھی دیتے تھے۔ ان کی شاعری میں جابجا وجودی فکر کا دھارا بہتا نظر آتا ہے۔ ان کی حمدیہ شاعری میں وجودی فکر کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ اس ضمن میں ان کا منفرد انداز ملاحظہ کریں:

جب بھی میں تھا، اب بھی میں ہوں اور پھر ہوں گا بھی میں
میں ہی میں ہوں بالیقیں، میرے سوا کوئی نہیں
لامکانی و مکانی دونوں شاخیں ہیں میری
آپ ہوں اپنا پتہ میرا پتہ کوئی نہیں (۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا عشق صوفیاے چشت کی روح اور فکر کی اساس ہے۔ وہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جھکنا ہی اصل ایمان گردانتے ہیں۔ ان کو عرش و فرش پر ہر سو محمد صلی اللہ علیہ وسلم دکھائی دیتے ہیں۔ چشتی درویش اپنے عقیدے کو کسی خوف وجبر کے بغیر بیان کرتے ہیں۔ ساجد چشتی کا اس ضمن میں اچھوتا انداز دل کو موہ لیتا ہے۔ ان کی شاعری میں احد اور احمد کی بہار قابل رشک ہے:

ہے میم احمد، گھونگھٹ احد کا
"بے حد" ہوا ہے، پابند حد کا(۴)

ساجد چشتی وحدت الوجود کے قائل تھے۔ ان کے باطن میں وحدت الوجود کی فکر کا سمندر موجزن تھا۔ وہ چشتی صوفیا کی فکر کی عملی تفسیر اپنے اشعار میں بیان کرتے ہیں۔ ان کے ہاں محبوب و محب کا کوئی فرق نہیں ہے۔ وہ ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کی ذات کا عکس مانتے تھے۔ ان کی جبیں در حبیب کبریا پر بوسہ زن رہتی تھی۔ ان کا دل چاہتا تھا کہ کعب بن مالک کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سر جھکایا جائے۔ شریعت کی پابندی کا خیال دامن گیر رہتا تھا ورنہ ان کے ہاں احد اور احمد کا فرق نہیں تھا۔ امت مسلمہ میں ازل سے صوفیا کا اک قبیلہ اس خیال کا حامی رہا ہے۔ وہ عرش و فرش کا مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے ہیں۔ ساجد چشتی بغیر کسی ڈر وخوف کے اپنی عقیدت کا برملا اظہار کرتے ہیں۔ ان کو فتووں سے ڈر نہیں لگتا بلکہ وہ ہر وقت یار کی رضا کے طالب رہتے ہیں۔ ان کی فکر و خیال کا مرکز و محور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ وہ اپنے اشعار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھگوان، کبھی حقیقت اور کبھی عرش پر انہیں ہی میزبان و مہمان کہتے ہیں۔ معراج کا اس طرح کا منفرد انداز اردو نعت گو شعرا کا مقدر نہیں ہے۔ عمومی طور عشاق اپنی باطنی کیفیت کا اظہار نہیں کرتے مگر ساجد چشتی ملامتی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ اپنی فکر کا اظہار کھلے عام کرتے ہیں۔ ان کے اشعار ان کی عقیدت کا مظہر ہیں:

وہ ذات کہ جو لائق حمد و ثنا ہے
اس ذات کو کہتے ہیں حقیقت میں محمد (۵)

پاس شریعت کا ہے، وگرنہ
کہہ دوں میں، بھگوان تمہی ہو

حق نے شبِ معراج بلایا
عرش پہ وہ مہمان تمہی ہو(۶)

کیفیت راز شبِ معراج نہ پوچھو
خود آپ محمد ہوئے مہمانِ محمد (۷)

عشاق کا طریق ہے کہ وہ مکین گنبد خضرا کو اپنا قبلہ وکعبہ مانتے ہیں۔ان کا حج گنبد خضری کی زیارت ہے۔وہ یار کے کوچوں میں صدائے محبت کو عبادت سمجھتے ہیں۔ان کا کعبہ مدینہ النبی ﷺ ہے۔ان کی نظر ہر وقت روضہ اطہر کی سنہری جالیوں پر جمی رہتی ہے۔ان کی محبتوں کا مرکز گنبد خضری ہے۔وہ اچھوتے اور منفرد انداز میں اس بات کا ظہار کرتے ہیں کہ گنبد خضری میں آرام فرما کون ہے۔یہ اشارہ اہل دل ہی سمجھ سکتے ہیں کہ وہ کیا کہنا چاہ رہے ہیں۔ساجد چشتی کی شاعری اہل حال کے لیے ہے۔ان کی شاعری کو سمجھنا ہر کسی کا کام نہیں ہے۔یہ کار عشاق ہے اور وہی اس راز کو جانتے ہیں۔ان کا یہ شعر عشاق کو تڑپا دیتا ہے:

ہم جانتے ہیں گنبد خضرا میں کون ہے
چپ ہیں کہیں نہ راز ہو افشا جہاں پر (۸)

محمدی نسبت پہ ناز درویشوں کا راز حیات ہے۔وہ اپنی نسبت کا ظہار کھلے عام کرتے ہیں۔حضور ﷺ کی غلامی کا پٹہ ان کی گردن میں ہوتا ہے۔یہ مست الست فقیر اپنی اس نسبت کی وجہ سے شاہان وقت کو بھی خاطر میں نہیں لاتے۔ان کی باطنی مسرتوں اور لطافتوں کا سبب آقا ﷺ کی ذات مبارکہ ہوتی ہے۔وہ اپنی اس نسبت کی وجہ سے دنیا وآخرت کے غموں سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ان کو صرف وصرف اپنے محبوب کی رضا کی طلب ہوتی ہے۔ان کو رنج و غم کی چنداں پروا نہیں ہوتی۔ساجد چشتی اسی عشاق کے قافلے سے تعلق رکھتے ہیں جن کو محمدی ﷺ نسبت پر ناز ہے:

غم جہاں ہے نہ خوف محشر، محمدی ہوں، محمدی ہوں
میرے محمد ہیں بندہ پرور، محمدی ہوں، محمدی ہوں (۹)

سوز وساز اور شعر وسخن صوفیا چشت کی میراث ہے۔اردو غزل شاعری کی آبرو ہے۔اس کی ابتدا بھی معروف چشتی بزرگ خواجہ نظام الدین اولیاد ہلوی کے مرید خاص امیر خسرو نے کی۔ہر دور میں چشتی خانقاہوں میں اردو غزل کا چلن رہا ہے۔ان کے من میں محبت والفت کا سمندر موجزن ہوتا ہے۔اس کا اظہار وہ اشعار میں کرتے ہیں۔ان کی نعت گوئی پر بھی کئی دفعہ رنگ غزل غالب آجاتا ہے۔وہ غزل کی ہیئت اور انداز میں نعت بھی لکھتے ہیں۔ساجد چشتی کی کئی نعتیں بھی غزل کے سانچے میں ڈھلی نظر آتی ہیں۔ساجد چشتی غزل گو شاعر بھی ہیں۔ان کی

غزلیات کا مجموعہ بھی جلد چھپ جائے گا مگر ان کی نعت گوئی میں بھی غزل کا رنگ دکھائی دیتا ہے۔ اس ضمن میں ان کی نعت کے چند اشعار ملاحظہ کریں:

کنجِ قفس میں ہم نوا رونا یہ بے سبب نہیں
گئی یاد آشیاں فصلِ بہار دیکھ کر آ
ساقی بھی ہے گھٹا بھی ہے موسم جاں فزا بھی ہے
کافر ہے جو نہ اب پئے ایسی بہار دیکھ کر (۱۰)

غمِ عشق نبی مکرم ﷺ سے ساجد چشتی کا سینہ منور تھا۔ ان کے سینے میں عشق کا وافر خزانہ ودیعت کیا گیا تھا۔ ان کے من میں عشق و مستی کا الاؤ روشن تھا۔ وہ ہر دم نخلِ محبت کو اپنی آہوں اور آنسوؤں سے سیراب کرتے رہتے تھے۔ ان کے قرب میں رہنے والے دوستوں کو خبر ہے کہ ساجد چشتی کو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی محبت کا وافر حصہ عطا کیا تھا۔ ان کا یہی غم ان کی زندگی سب سے بڑا اثاثہ بن گیا۔ غمِ دنیا اور علائقِ دنیا سے ان کو علاقہ نہیں تھا۔ وہ اپنے محبوب کے غم میں ہر وقت مسرور رہتے تھے:

اے غمِ عشقِ نبی! میں تیرے صدقے جاؤں
آگ یوں دل میں لگائی کہ بجھائی نہ گئی (۱۱)

ساجد چشتی کو مختلف زبانوں پر عبور تھا۔ وہ عربی، فارسی، اردو، پنجابی اور پوربی زبان میں طبع آزمائی کرتے تھے۔ عہدِ رواں میں یہ اعزاز بھی چشتی خانقاہوں اور ان سے منسلک شعرا کو ہی حاصل ہے کہ وہ کئی زبانوں میں شعر کہتے ہیں۔ اس کی کئی مثالیں برصغیر کے طول وارض میں پائی جاتی ہیں۔ ساجد چشتی کو پوربی زبان پر بھی ملکہ حاصل تھا۔ وہ پوربی زبان میں بھی آقا ﷺ کو یاد کرتے تھے۔ پوربی زبان میں عجز و نیاز کا اپنا ہی لطف ہے۔ پوربی زبان میں التجائیہ لہجہ ساجد چشتی کے نعتیہ حسن کو دوچند کر دیتا ہے:

احمد کے احد میں کیا سمجھوں، یہ کون ہے میم کی چلمن میں
حیرت کی ہے جا، سایہ بھی نہیں لگتا بھی ہے انسان دیکھن میں (۱۲)

فارسی نعت گوئی کی روایت ہمارے ہاں صدیوں سے موجود ہے۔ جب فارسی زبان کا رواج عام تھا تو فارسی زبان میں شعر گوئی کو ہی حسن سمجھا جاتا تھا۔ اردو زبان میں شعر کہنا معیوب گردانا جاتا تھا۔ فارسی ہندوستان کے مقتدر طبقات کی زبان تھی۔ فارسی خانقاہوں میں رائج تھی۔ مثنوی مولانا روم، بوستان اور گلستان کے درس ہوتے

تھے۔ یہ سلسلہ کم ضرور ہوا ہے مگر اس کا رواج خال خال اب بھی موجود ہے۔ ساجد چشتی صوفیا کی فارسی میراث شعر و سخن کے وارث تھے۔ انہوں نے فارسی زبان میں بھی اپنی عقیدتوں کا ظہار کیا ہے:

اے خسرو خوباں توئی، دینم توئی، ایماں توئی
جانم توئی، جاناں توئی، بر من نگارم یک نظر (۱۳)

ملتی نہیں حضور کے اخلاق کی مثال
دیتے ہیں دشمنوں کو دعا سن کے گالیاں (۱۴)

شعرا تلمیحات کے بر محل اور برجستہ استعمال سے اپنی شعری روایت کو تاریخ کے ساتھ جوڑتے ہیں۔ ساجد چشتی نے بھی نادر و نایاب تلمیحات کا استعمال کیا ہے۔ حضرت موسی کا کوہ طور پر جانا اور مولا کے دیدار کا طالب ہونا، کوہ طور کا جلنا اور حضرت موسیٰ کا بے ہوش ہونا، یہ واقعات صوفیا کے لیے اچھوتا موضوع ہیں۔ مثنوی مولانا روم میں بھی ان واقعات کی بابت تفصیل درج ہے۔ قرآن مجید میں بھی حضرت موسی کا کوہ طور پر جانا اور دیدار الٰہی کی تمنا کرنے کا ذکر موجود ہے۔ حضرت موسیؑ کوہ طور پر تجلیات و عرفان الٰہیہ کی بارش کے بعد ننگے پاؤں جاتے تھے۔ اس واقعہ کو ساجد چشتی نے حضور نبی اکرم ﷺ کے سفر معراج کے ساتھ جوڑا ہے۔ ﷺ عرش بریں پر اپنے نعلین کے ساتھ تشریف لے گئے تھے۔ آقا ﷺ کا یہ معجزہ تمام انبیا پر برتری کی علامت ہے:

احترام طور میں موسی ہے برہنہ پا
پاپوش میرے شاہ کی ہے لامکاں پر (۱۵)

صوفیا چشت سے عقیدت ساجد چشتی کا امتیازی وصف ہے۔ وہ مختلف عرائس پر تشریف لے جاتے تھے۔ وہ حضرت علی ہجویریؒ کے عرس پر آٹھ دن پائیلٹ ہوٹل میں کمرہ لے کر رہتے تھے۔ ان کو بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے ساتھ خصوصی محبت تھی۔ وہ سال میں کئی مرتبہ بابا فرید الدین گنج شکرؒ کی چوکھٹ چومتے تھے۔ بابا فرید وہی ہستی ہیں جھنوں نے نظام الدین اولیا کو دہلی کا تاج دار بنا دیا تھا۔ بابا فرید برصغیر کے چار چشتی درویشوں میں شامل ہیں۔ "حاجی، خواجہ، قطب، فرید" حق فرید یا فرید "چشتی ترنگ میں آکر یہ نعرہ مستانہ لگاتا ہے۔ ساجد چشتی کو خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، خواجہ نظام الدین اولیا اور صابر کلیر سے خصوصی موانست تھی۔ ساجد چشتی ہندوستان میں ان بزرگوں کی درگاہوں پر بھی حاضری دیتے تھے۔ ان کی نگاہوں کا مرکز ہمیشہ یہی صوفیاے چشت رہے ہیں۔ وہ اپنی منقبت میں بھی ان کا ذکر عقیدت و احترام سے کرتے ہیں۔ سلاسل اولیا اپنی روحانی نسبت مولا علیؑ کی طرف

کرتے ہیں۔ وہ مولا علیؑ کو اپنا امام مانتے ہیں۔ ساجد چشتی بزرگوں کے تمام رنگوں کو مولا علیؑ کا رنگ قرار دیتے ہیں۔ اس ضمن میں ان کے چند اشعار قابل غور ہیں:

گنج شکر کے عرس میں آتے ہیں جب حضور
کھلتا ہے در بہشت کا، بجتی ہیں تالیاں [۱۶]

ساجد میں سگِ بارگہ گنج شکر ہوں
دعوی ہونا کیوں کر مجھے شیریں سخنی کا[۱۷]

بابا کا ہوں غلام، گدائے نظام ہوں
عشق فرید، حب نظامی نصیب ہو [۱۸]

گیارہ، میراں، خواجہ، داتا، بابا، صابر، محبوب، قطب
یہ سارے روپ علی کے ہیں، جھک جاؤ تسلیمات کرو[۱۹]

ہندی الفاظ، نادر و کمیاب تراکیب اور اچھوتے محاوارت کا استعمال ساجد چشتی کی نعتیہ شاعری کا زیور ہیں۔ شاعر کو زبان و بیان پر جتنا عبور ہو گا اتنا ہی وہ اس کا اظہار اپنے فن میں کرے گا۔ ساجد چشتی نے ہندی الفاظ اپنی نعتوں میں نگینوں کی طرح جڑے ہیں۔ ان کے ہاں تراکیب کی کہکشاں دکھائی دیتی ہے۔ ان کا لسانی شعور ان کو اچھوتے اور منفرد محاوارت کے استعمال پر مجبور کرتا ہے۔ انہوں نے، بھگوان، سنسار، تورے اور شانن جیسے الفاظ استعمال کر کے شعری حلاوت و ذکاوت میں اضافہ کیا ہے۔ انہوں نے "دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا" کا محاورہ گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے لا کر اپنی شعر آفرینی میں اضافہ کیا ہے:

پورے نام سے سب سنسار ہوا، تورے نام سے بیڑا پار ہوا
بھگوان بھی تورے اور گن گائے، قرآن آیا تیری شانن میں [۲۰]

جو ان سے پھر گیا وہ خدا سے بھی پھر "گیا"
دھوبی کا کتا رہ گیا گھر کا نہ گھاٹ کا[۲۱]

گستاخ رسول کے لیے ان کا لہجہ ترش ہو جاتا ہے۔ وہ ولید بن مغیرہ کی مثال دے کر کہتے ہیں کہ جس طرح خدائے محمد ﷺ نے اپنے محبوب کے گستاخ ولید بن مغیرہ کو قرآن مجید میں بدگو اور حرامی تک کہا ہے۔ اسی طرح موجودہ دور میں بھی حضور نبی اکرم کا گستاخ اسی حکم کے ضمن میں آتا ہے۔ ساجد چشتی کا مزاج نرمی اور تحمل ہے مگر

حضور ﷺ کے معاملے میں وہ سخت گیر تھے۔ان کا عشق و محبت انہیں مجبور کرتا تھا کہ وہ گستاخان پیمبر کو ان کی ہی زبان میں جواب دیں۔یہ تقاضائے ایمان بھی ہے اور عاشقوں کا طریقہ بھی۔ہر دور میں صوفیا یہ قول دہراتے ہیں " باخدا دیوانہ باش و با محمد ﷺ ہوشیار " ساجد چشتی بھی اپنے اشعار میں گستاخ رسول کو معاف نہیں دیتے بلکہ آڑے ہاتھوں لیتے ہیں:

سند ہے ذکر قران میں ولید بن مغیرہ کا
جو گستاخ محمد ہے،وہ بد گو ہے، حرامی ہے (۲۲)

ساجد چشتی اپنے اشعار میں آیات کا بر محل استعمال کرتے ہیں۔ان کو قرآن مجید کے مفاہیم پر عبور تھا۔وہ حضور ﷺ کی شان میں نازل ہونے والی آیات کو اپنے دعوی کی تصدیق کے لیے لاتے ہیں۔جب آقا ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا تو اپنی آنکھوں کو جنبش تک نہ دی۔کہاں حضرت موسی کا بے ہوش ہو جانا اور کہاں حضور ﷺ کا اپنی آنکھوں سے دیدار الہی کرنا۔اس واقعہ کا اشارہ قرآن مجید میں موجود ہے۔ساجد چشتی نے حضور ﷺ کی آنکھوں کی تعریف جس طرح سے کی ہے۔نعتیہ ادب میں اس انداز میں تعریف شاید ہی کسی نے کی ہو۔گناہ گاروں کا سہارا حضور ﷺ کی ذات مبارکہ ہیں۔صحابہ کرام اپنے آقائے نعمت ﷺ کے وسیلہ جمیلہ سے اپنے گناہوں کی معافی کے طلب گار ہوتے تھے۔حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا در حقیقت حکم ربی ہے۔جس کا ذکر ساجد چشتی نے اپنی شاعری میں کیا ہے۔آقا ﷺ کی زلف سیاہ کے سائے میں اپنی سیاہ کاریوں کو ڈھانپنا یہ ساجد چشتی کا ہی خاصا ہے۔ان موضوعات پر اشعار ملاحظہ کریں:

تخیل وقف مازاغ البصری ہے (۲۳)
وہ چشم سر مگیں ہے اور میں ہوں (۲۴)
اذ ظلموا انفسھم جاءوک نے سمجھایا (۲۵)
بس بٹتی ہے بخشش کی خیرات مدینے میں (۲۶)
ہو کے وابستہ تری زلف سیہ سے آقا
ناز کرتا ہوا ہر ایک سیاہ کار پھرے (۲۷)

میلاد النبی ﷺ کی وجہ سے دنیا میں ساری روشنی اور نور پھیلا ہے۔ حضرت آمنہ کے گھر حضور ﷺ کی ولادت باسعادت نے چار سو اجالے کر دیئے۔ ساجد چشتی بھی نعت کے اس روایتی موضوع کو اپنے انداز میں بیان کرتے ہیں:

یہ حسن باغ وہ بہار مستی، زکوۃ ہے حسنِ مصطفی کی
کلی میں وہ مسکرا رہے ہیں، گلوں میں رنگی دکھا رہے ہیں
قسم خدا کی خوشی روا ہے کہ آج میلاد مصطفی ہے
حسد سے شیطان جل رہا ہے، جو عید مومن منا رہے ہیں (۲۸)
سجی ہے کیوں آج بزم امکاں یہ کون دنیا میں آ رہے ہیں
خوشی مبارک ہو فرش والو، حضور تشریف لا رہے ہیں
سجائی ہے مانگ کہکشاں نے، دھنک نے رنگیں لباس پہنا
ہیں اتنے خوش آج چاند سورج، کہ ان کے رخ جگمگا رہے ہیں (۲۹)

حضور ﷺ کی بارگاہ میں ہوا کے ذریعے پیغام رسانی کی خواہش نعت کا اہم موضوع ہے۔ مولانا جامی نے "نسیما جانب بطحا گزر کن" کہا تھا اور پنجابی کی کئی نعتوں میں ہوا کو اپنی خبر آقا ﷺ کی بارگاہ میں پہنچانے کی التجا نظر آتی ہے۔ ساجد چشتی بھی آقا ﷺ کے ہجر میں روتے ہیں، تڑپتے ہیں اور بلکتے ہیں۔ ان پر جب فراق یار کا غلبہ ہوتا ہے تو پھر نسیم صبح کے سامنے دست سوال دراز کرتے ہیں کہ اے صبا مدینہ کے تاج دار کو جا کر پیغام دو کہ آپ کے ہجر میں تڑپنے والا مریض سنبھل نہیں رہا۔ اس کی چارہ سازی کیجے اور اس پر لطف و عنایت کی نظر کیجے:

صبا یہ کہنا خدارا مدینے والے سے
مریض ہجر سنبھلتا نہیں سنبھالے سے (۳۰)

احادیث مبارک میں حضور نبی اکرم کے سراپا مبارک کے بارے میں محدثین نے ابواب باندھے ہیں۔ کتب سیرت میں بھی حضور ﷺ کا سراپا و حلیہ مبارک کا ذکر شامل ہوتا ہے۔ نعت گوئی کا اہم موضوع سراپا مصطفے ﷺ کا بیان ہے۔ ساجد چشتی نے حضور ﷺ کے سراپا کو مختلف تشبیہات کے ذریعے بیان کیا ہے۔ ان کے سرخ لبوں کو لعل یمن، دہن مبارک کو کھلا ہوا گلاب، دوش پہ چادر کو رحمت کے بادل، چہرہ اقدس پر زلفوں کو آدھے چاند کا بادل میں چھپنا، ان کے پاؤں کا دھون کو چاند و ستارے، وہ سرخ لب جن کی دلکشی پر نثار لعل یمن کے ٹکڑے

،وہ رشک غنچہ دہن مبارک، کھلا ہو جیسے گلاب آدھا اور قد مبارک کو سرو سے تشبیہ دینا منفرد تجربہ ہے۔ انہوں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سراپا کو تشبیہات کی لڑی میں پرو دیا ہے۔ ان کا یہ انداز دل موہ لینے والا ہے:

وہ دوش اقدس پہ کالی کملی، جھکی ہو رحمت کی جیسے بدلی
وہ نیم رخ پر سیاہ زلفیں، قمر پہ جیسے سحاب آدھا (۳۱)

دھون ہے ان کے پاؤں کا یہ نورِ مہر و مہ!
اُترن ہے ان کے حسن کی یہ گلبدن تمام
قربان خرامِ ناز پہ رفتارِ کائنات
صدقے قدِ حضور پہ سرو چمن تمام (۳۲)

رنگینیِ لب ہائے شہ حسن جو دیکھی
شرمندہ ہوا رنگ عقیق یمنی کا
رعنائی موزون قامت پہ تصدق
انداز قد و قامت سرو چمنی کا (۳۳)

انہوں نے اپنی شاعری میں مختلف صنائع کا بھی استعمال کیا ہے۔ ان کے ہاں صنعت تکرار اور صنعت تضاد کے اعلیٰ نمونے ملتے ہیں۔ انہوں نے صنائع و بدائع کو پر اثر انداز میں استعمال کیا ہے۔ ان کی نعتیں فنی لحاظ سے کامل نظر آتی ہیں۔ انہوں نے فنی لوازمات کو خوب صورتی سے نبھایا ہے۔ ان کے کلام میں تشبیہات، استعارے اور صنائع و بدائع دکھائی دیتے ہیں۔ لفظوں کا تکرار اور تضاد عجب لطافت پیدا کرتا ہے:

میں نے پوچھا حسن سے کہ دیکھا ہے کہیں سرکار سا حسیں
حسن نے کہا دلبری کی قسم نہیں، نہیں، نہیں
پوچھا جبریل سے کہ دیکھا ہے کہیں ایسا شاہ نازنین
بولا جبرائیل ذاتِ حق کی قسم نہیں، نہیں، نہیں نہیں (۳۴)

یہ اس کے رخسار و زلف کی تم ذرا کرشمہ گری تو دیکھو
کہیں اجالا کہیں اندھیرا، کہیں پہ دن ہے، کہیں پہ شب ہے (۳۵)

ساجد چشتی کی نعتیں تشبیہات کے نادر و نایاب خزانوں سے مامور ہیں۔ان کو لفظوں کی حرمت کی قدر ہے۔وہ فن شعر و سخن میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ان کو شاعری کے فن کی نزاکتوں کا علم ہے۔ان کے ہاں تشبیہات کی رم جھم عجب سماں پیدا کر دیتی ہے:

زلفیں ہیں کہ چھائی ہوئی رحمت کی گھٹا ہے
آنکھیں ہیں کہ میخانہ توحید کھلا ہے
مژگاں ہے کہ صف بستہ تہ عرش ہیں قدسی
ابرو ہیں کہ یا منزل قوسین و دنا ہے
دندان منور ہیں کہ موتی کی ہیں لڑیاں
یہ تیرا تبسم کہ سرِ طور ضیا ہے (۳۶)

ساجد چشتی کے ہاں نئے شعری تجربات بھی موجود ہیں۔وہ اپنے انداز میں یکتا ہیں۔ان کو اردو شاعری کی روایت پر کامل دسترس ہے۔وہ اپنے انداز میں شعری تجربات کرتے ہیں۔ان کا یہ شعری تجربہ ترنم سے بھی بھرپور ہوتا ہے۔ان کے ہاں ترنم اور نغمگی بھی موجود ہے۔وہ موسیقی کے اسرار و رموز سے بھی آگاہ تھے۔ان کو راگ ،سر اور لے پر کامل دسترس تھی۔ان کی اک نعت میں عجب شعری تجربہ اور ترنم قابل غور ہے۔انہوں نے دوسرے مصرعہ کے لیے صرف ایک لفظ ہی استعمال کیا۔جس کے تکرار نے لطف دوبالا کر دیا۔تکرار لفظی کا یہ رچاؤ ان کی کی فنی عظمت کی دلیل ہے:

یہی ہے تمنا بنے میرا سینہ
مدینہ ، مدینہ ، مدینہ ، مدینہ
جو دیکھا مجھے تو ہوئی نار دوزخ
پسینہ ، پسینہ ، پسینہ ، پسینہ (۳۷)

ساجد چشتی کے ہاں طویل نعتیں بھی موجود ہیں۔ان کی کئی نعتیں کثیر اشعار پر مشتمل ہیں۔ساجد چشتی نے آقا ﷺ کی مدحت میں ۱۹۲ اشعار پر مشتمل نعت لکھی۔اس نعت میں لفظ "کا" کی تکرار اتنی پر اثر ہے کہ پڑھنے والا سرشار ہو جاتا ہے۔ان کا یہ انداز قوالوں کے لیے نعمت کبری تھا۔قوال جب اس نعت کو پڑھتے تھے تو سامعین پر

وجد طاری ہو جاتا۔ ان کی اس نعت میں ترنم، موسیقت۔ سلاست، روانی، حلاوت تسلسل پایا جاتا ہے۔ یہ ساجد چشتی کا ہی خاصا ہے۔ یہ انداز انہی کا ہے اور وہ اس انداز میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ اس نعت کے چند اشعار ملاحظہ کریں:

ہے تو وہ ہادیِ عالم، کہ سر ہے خم تیرے آگے
نبی کا، خضر کا، مرسل کا، ہادی کا، پیمبر کا
تیرے انوار سے آقا، جہاں میں نام ہے روشن
نجف کا، چشت کا، اجمیر کا، دہلی کا، کلیر کا(۳۸)

ساجد چشتی اپنی ترنگ کے مست الست درویش تھے۔ وہ وجودی فکر کے علمبردار تھے۔ ان کو ملامت کی پرواہ نہیں تھی۔ وہ اپنی کیف و مستی میں ایسے موضوعات کا بھی تذکرہ کرتے تھے جن سے عمومی طور پر صاحب قال احتراز برتتے ہیں۔ وہ صاحب حال بزرگ تھے۔ وہ محبوب کے جلووں میں گم رہتے تھے۔ ان کی کیف و سرور کی حالت ان کے اشعار سے بھی جھلکتی ہے:

ان کی زلفوں کو کبھی دیکھا کبھی رخسار کو
ہم کبھی کافر کبھی ساجد مسلمان ہو گئے(۳۹)

اہل بیت سے محبت و مودت قرآن مجید کا حکم ہے۔ آقا ﷺ نے اپنی اہل بیت سے محبت کا حکم دیا ہے۔ صوفیا اہل بیت کی محبت کو حرز جاں بنائے رکھتے ہیں۔ وہ پنجتن پاک کی محبت حاصل دیں سمجھتے ہیں۔ وہ حضرت مولا علی کو امام مانتے ہیں۔ وہ امام حسن و حسین کو سردار جانتے ہیں۔ وہ حضرت فاطمہ کے در اقدس پر صدا دینے کو سعادت سمجھتے ہیں۔ ساجد چشتی بھی اہلبیت سے اپنی محبتوں اور عقیدتوں کا اظہار کرتے ہیں۔ وہ کوچہ محمد ﷺ سے کوچہ زہرا تک اپنی جبیں جھکائے نظر آتے ہیں۔ اہل بیت کی محبت ان کی روح کا نغمہ ہے۔ ان کے دل میں مودت اہلبیت کا وافر خزانہ ہے۔ وہ اپنی نعتوں میں حضور نبی اکرم کے ساتھ ساتھ اہل بیت اطہار کا بھی تذکرہ کرتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو حضرت مولا علی کے در اقدس کا سوالی اور سگ سمجھتے ہیں۔ وہ نسب اہل بیت پر نازاں رہتے ہیں۔ ان کی محبتوں کا مظہر ان کے اشعار ہیں جو حب آل محمد سے سرشار ہیں:

میں حسن حسین کا ہوں گدا
میں سگِ جناب امیر ہوں(۴۰)
تم ہو بے چاروں کا چارہ، یا محمد یا علی

تم ہو دکھیوں کا سہارا، یا محمد یا علی
صدقہ معصومہ کا، صدقہ دونوں شہزادوں کا آج
دیجیے ہم کو نظارہ، یا محمد یا علی (۴۱)

ان کی شاعری کا فکری کینوس بھی وسیع ہے۔ ان کی شاعری میں علمی شان دکھائی دیتی ہے۔ وہ صنائع و بدائع کا برمحل استعمال کرتے ہیں۔ ان کے ہاں نادر و نایاب تراکیب و محاورات کا استعمال بھی نظر آتا ہے۔ وہ آیات و احادیث کے حوالے بھی اپنے اشعار میں دیتے ہیں۔ ان کی فنی پختگی کے بارے میں ڈاکٹر سید عرفان مخدوم نئیر کہتے ہیں:

"ساجد صاحب کا کلام سوز درونی کاٹ دار، جدید اردو، پنجابی، پوربی اور فارسی ادب کا سرمایہ اور ایک مخصوص انفرادی مقام کا حامل ہے۔ کلام ساجد میں حمد و نعت و سلام اور مناقب کی بھرپور، روح افزا/ سامع کے دل کو چھو لینے والی تخلیقات ان کے ایمان، جذب دروں، تڑپ و مستی، مذہبی وابستگی و شعور اور بالیدگی کا مظہر ہیں۔ غزلیات ان کی قادر الکلامی کی عکاس ہیں۔ جہاں ان کے کلام میں سادہ لب و لہجہ نظر آتا ہے وہیں ان کے کلام میں مشکل بحر اور قرآن و حدیث کے حوالہ جات اور علم تصوف کے رمز و کنایہ کی عیانی کے اشارات بھی وافر ہیں۔"(۴۲)

ساجد چشتی کا نعتیہ مجموعہ "بہار سخن" اسم با مسمی ہے۔ اس مجموعہ میں موضوعاتی بہار ہے۔ ساجد چشتی کے فن کا حسن در حقیقت حضور ﷺ کے عشق و محبت سے معمور ہے۔ ان کی شاعری کا نمایاں وصف نبی اکرم ﷺ کی ذات سے ٹوٹ کے محبت کرنا ہے۔ ساجد چشتی کی روح مدینہ کے تاجدار کی ذات مقدسہ کے گرد محو طواف ہے۔ ساجد چشتی کا دل حضور ﷺ کی بارگاہ میں زمین بوس ہے۔ ان کی جبیں بارگاہ رسالت مآب میں جھکی ہوئی ہے۔ وہ پلکوں سے در حبیب پر صدا دیتے ہیں۔ ان کی فکر و ہنر کا دائرہ آقا ﷺ کی ذات ہے۔ ان کے ہاں موضوعاتی تنوع و جدت تو ہے مگر وہ اسلاف کی طرح باب جبریل کے پہلو میں سر جھکائے بارگاہ نبوی میں سوالی بن کر کھڑے نظر آتے ہیں۔ ساجد چشتی کا یہی انداز ان کو اپنے ہم عصر نعت گو شعرا سے ممتاز کرتا ہے۔ آپ کا وصال ۲۹ جون ۲۰۰۲ کو ہوا۔(۴۳)

حوالہ جات

۱۔ شبیر ساجد چشتی، بہار سخن، (لاہور: دھنک مطبوعات، ۲۰۲۵)، ۲۴

۲۔ ایضاً، ۳۶

۳۔ ایضاً، ۵۸

۴۔ ایضاً، ۵۲۸

۵۔ ایضاً، ۲۱۰

۶۔ ایضاً، ۳۹۶-۳۹۷

۷۔ ایضاً، ۲۸۰

۸۔ ایضاً، ۲۸۶

۹۔ ایضاً، ۶۸

۱۰۔ ایضاً، ۷۵

۱۱۔ ایضاً، ۷۷

۱۲۔ ایضاً، ۸۱

۱۳۔ ایضاً، ۱۶۸

۱۴۔ ایضاً، ۹۷

۱۵۔ ایضاً، ۷۰

۱۶۔ ایضاً، ۸۰

۱۷۔ ایضاً، ۲۳۳

۱۸۔ ایضاً، ۲۱۶

۱۹۔ ایضاً، ۱۲۶

۲۰۔ ایضاً، ۸۱

۲۱۔ ایضاً، ۲۰۶

۲۲۔ ایضاً، ۱۰۰

۲۳۔ النجم ۵۳: ۱۷

۲۴۔ ایضاً، ۱۱۶

۲۵۔ النسا ۴: ۶۴

۲۶۔ ایضاً، ۲۷۸

۲۷۔ ایضاً، ۳۱۴

۲۸۔ ایضاً، ۹۴

۲۹۔ ایضاً، ۹۱

۳۰۔ ایضاً، ۱۱۲

۳۱۔ ایضاً، ۹۶

۳۲۔ ایضاً، ۱۷۲

۳۳۔ ایضاً، ۲۳۲

۳۴۔ ایضاً، ۱۶۵

۳۵۔ ایضاً، ۲۱۱

۳۶۔ ایضاً، ۴۱۶

۳۷۔ ایضاً، ۲۶۵

۳۸۔ ایضاً، ۴۸۱

۳۹۔ ایضاً، ۲۲۰

۴۰۔ ایضاً، ۸۹

۴۱۔ ایضاً، ۱۹۴-۱۹۳

۴۲۔ ایضاً، ۵۵-۵۴

۴۳۔ ایضاً، ۲۵